© rasailojaraid.com

پر گفتگو کرتے ہوئے اس کے ایک راوی خالد بن عمرو القرشی الاموی السعیدی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ متروک و متہم ہے اور میں نے کوئی اس کی توثیق کرنے والا نہیں پایا اور جن بعض مشائخ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے ان کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "فیہ بعد" یعنی یہ بات بعید ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا نورِ بصیرت انہیں کچھ اور بھی کہنے پر مجبور کر رہا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:—

لکن علی ھذا الحدیث لامحۃ من الانوار النبوۃ ولا یمنع کون راویہ ضعیفا ان یکون النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالہ[1]	لیکن اس حدیث پر انوار نبوت کی شعاعیں محسوس ہو رہی ہیں اور راوی کے کمزور ہونے سے یہ بات ضروری نہیں ہو جاتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہی نہ ہو۔

مطلب یہ ہے کہ راوی کے کمزور ہونے سے تو صرف اتنا معلوم ہو گیا کہ اس حدیث کے علم تک پہنچنے کا واسطہ کمزور ہے لیکن یہ بات کہ زبانِ نبوت سے واقعۃً یہ الفاظ نکلے تھے یا نہیں؟ بالکل الگ چیز ہے۔ اس کے بعد مصنف نے ایک دوسری سند سے اس کی متابعت و تائید کی ہے، لیکن ہمیں تو اس جگہ صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ اس حدیث کی تائید و توثیق کا اصل محرک درحقیقت وہی سخن شناس نورِ باطن ہے جس نے اس میں ان کو نبوت کی جھلک دکھائی ہے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

حافظ منذری کے اسی زاہدانہ مزاج کا اثر ہے کہ انھوں نے الترغیب والترہیب کے اندر صرف ایک باب باب الترغیب فی الزھد فی الدنیا والاکتفاء منہا بالقلیل کے تحت ایک سو سر سٹھ روایتیں جمع کی ہیں جبکہ

---

[1] الترغیب والترہیب ج ۴ ص ۱۵۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے علاوہ پوری کتاب میں کسی باب کے اندر بھی اتنی روایات نہیں ہیں۔ ان روایات میں آپ نے مرفوع احادیث بھی لکھی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے آثار و معمولات بھی نقل کیے ہیں اور اس کے بعد بھی سیری نہیں ہوئی۔ چنانچہ لکھا ہے:-

ولو بسطنا الکلام علی سیرۃ الخلف وزهدهم لکان من ذلک مجلدات لکنه لیس من شرط کتابنا وانما املینا هذه النبذۃ استطرادا تبرکا بذکرهم[1]

اور اگر ہم اسلاف کی سیرت تفصیل سے بیان کریں تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں لیکن یہ بات ہماری کتاب کی شرائط کے موافق نہیں ہے۔ ہم نے تو یہ کچھ تھوڑا سا محض ضمنی طور پر بغرض تبرک لکھوا دیا ہے۔

وفات: علوم شریعت اور احادیث نبوت کا یہ آفتاب فتنۂ تاتار کے سال چار ذی قعدہ چھ سو چھپن ہجری (۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۹ء) کو غروب ہو گیا اور مصر میں کوہ مُقَطَّم کے دامن میں تدفین ہوئی۔[2] رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

---

[1] الترغیب ج ۴ ص ۲۲۶ و ص ۲۲۷ ۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۴ ص ۲۲۱/۲۲۲ طبقات الشافعیہ ج ۵ ص ۱۰۸ ص ۱۰۹، مقدمۃ الترغیب للمصنف، حسن المحاضرۃ ج ۱ ص ۱۴۹، شذرات الذہب ج ۵ ص ۲۷۷ ص ۲۷۸، البدایۃ والنہایۃ ج ۱۳ ص ۲۱۲

نوٹ:- ہم نے جہاں کہیں کوئی حوالہ نہیں دیا ہے وہاں انھیں کتابوں سے ماخوذ سمجھیے اور ان کے علاوہ ہم نے مصنف کے حالات معلوم کرنے کے لیے ان کی کتاب الترغیب والترہیب سے بھی مدد لی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہدِ تانا شاہ کا ایک گمنام شاعر

۱۰۹۶ھ مطابق ۱۶۸۵ء

از جناب ڈاکٹر نورالسعید اختر "بمبئی"

عروس البلاد بمبئی اپنی گوناگوں صفات کی بنا پر رشکِ جناں بنی ہوئی ہے حسن کی رعنائیاں صبح کی قیامت خیزیاں اور شام کی رنگینیاں یہاں کی از حد مصروف زندگی کو قدرے سکون پہنچاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس عروسِ نو کے گہوارے میں علوم و فنون کی پرورش بھی ہوتی رہی ہے، اور آج بھی علم و فن کے پروانے اس میدان میں کارہائے نمایاں انجام دے رہے ہیں۔ اس ضمن میں جامعہ بمبئی کی خدمات قابلِ ستائش ہیں۔ محققین کے لیے جامعہ بمبئی کا کتب خانہ آبِ حیواں سے کم نہیں ہے۔ اس کی وسیع و عریض عمارت نہایت پرکشش ہے اس میں نادر و نایاب قلمی مخطوطات کی بہتات ہے۔ یہ اور بات ہے کہ یہاں قدیم اردو کے نوادرات اور مخطوطات زیادہ نہیں ہیں البتہ چند مخطوطے ایسے ہیں جو امتیازی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں مُلّا وجہی کی تاج الحقائق، وجدی کی "پنچھی باچھا" اور محمد ری کی "لورک اور مینا" قابلِ ذکر ہیں۔ ذیل کی سطور میں ایک بیاض نما مخطوطے کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ جس میں عہدِ تانا شاہ کے ایک گمنام شاعر کا عشق نامہ بھی موجود ہے۔

مجموعہ مثنویات :- اس مجموعہ میں چھ مخطوطے مجلد ہیں۔ عبدالقادر سرفراز صاحب کی مرتب کردہ فہرستِ مخطوطات میں اس کا سلسلہ نمبر ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶ اور ۴۷ ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجموعہ کا کیٹلاگ نمبر ۱۳ اور فہرست میں ان مخطوطات پر سرسری معلومات صفحہ ۱۱۷ پر درج ہے۔ اس مضمون میں پہلے تین مخطوطات ہی کا تعارف ہے۔ بقیہ مخطوطات کا تفصیلی تعارف آئندہ مضمون میں کیا جائے گا۔

(۱) مخطوطہ نمبر ۲۴:۔ معراج نامہ:— قدیم اردو میں معراج نامے بہت ملتے ہیں۔ یہ مخطوطہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس میں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا ان اشعار سے ہوتی ہے

الہٰی توں قادر ہے سنسار کا — تو آدھار ہے سب ز دھار کا
رحیماں توں حاکم ہے صاحب سچا — توں ایک امر کے بیچ سب جگ رچیا
کیا سات آسمان یک تل منے — ہوا ذوق جس سات[1] تجہ دل منے
سو چودا[2] طبق توں کیا ذوق سوں — دیا رنگ ہور روپ توں شوق سوں
احد میانی اول جو توں ایک تھا — نہ تھا کس کوں معلوم کیا بھید تھا

اس کے بعد اسمائے محمدی کا تفصیلی بیان ہے اور خلفائے راشدین کی تعریف و توصیف کی گئی ہے۔ معراج کے بیان میں شاعر کا زور بیان ملاحظہ ہو۔

سہیلے شہنشہ یو گانے لگے — کتک جنس باجے بجانے لگے
سو چوتھی فلک پر چڑے[2] جوں نت — کمر باندھ حاضر ہوا آفتاب

. . . .

ترا نور اگر ملیا نور میں — ندی جیوں ملے جا کو[3] سمند ور میں
ندی کا کہاں[4] ناؤں سمند ور رہا — تیرا اور میرا ملکو[5] یک نور ہوا

---

۱ ساعت ۲ چڑھے ۳ جا کر سمندر ۴ کہاں ۵ مل کر۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کتک[1] بات ظاہر کرو کر کہا کتک بات مخفی رکھو کر کہا

معراج کے بعد جبریل علیہ السلام حضور سے مخاطب ہیں :-

نبی نے سو سرکھو بیں دہرے سہور چلے کتک دور پر جبرئیل آ ملے

کہے تم دوگانہ کرو آج کا شکر تم بجالاؤ معراج کا

. . . .

آئندہ اشعار میں شاعر کہتا ہے۔ ؎

او سی کٹار دیکھے اونٹا نکا قطار بجز حق نہ ستا کیسے وان شمار

لو آتے کدھر سوں سو جاتے کدھر نہ تھا کس کو معلوم کیا ہے اوپر

حکم یوں ہوا بیٹھلا[2] اونٹ کوں دکھیا کھول صندوق نبی پاس توں

کسی یہودی نے واقعہ معراج پر شبہ ظاہر کیا اس امر کی وضاحت میں

اشعار ملاحظہ ہوں ؎

لو سنتے اوٹھیا بول یک نا بکار کہا یک جہود سوں کہ اٹھ جائیں ہمار[3]

بچھونا گرم تھا سو کیا کہوں[4] تجھے سراسر جھوٹی بات لگتی مجھے

جہودی کہا نقل مشہور ہے مولنس ہوا تھا سو منشور ہے

نبی کی زباں کو جھوٹ کے کیا[5] سو یک ساتھ[6] میں ساتھ ٹکڑے ہوا

معراج نامے کا اختتام ان اشعار پر ہوتا ہے ؎

نبیاں کا تجے شاہ حق نے دیا ولایت نبوت ازل سے دیا

او سے سو نج بر حق رچا بہور دیا منجہ عاجز کوں سلطان اعظم کیا

رجب کی چھبیسویں یو نامہ تمام بحق محمد علیہ السلام

---

[1] کتنی [2] بیٹھا [3] باہر [4] بستر [5] کہوں [6] کہا [7] ساتھ [8] ٹکڑے

© rasailojaraid.com

عبدالقادر سرفراز صاحب مرتب فہرستِ مخطوطات نے اس معراج نامے کے مصنف اس کے نام یا تخلص کی صراحت نہیں کی۔ دکن میں عاجز تخلص کرنے والے چند شاعر ہیں لیکن یہ عاجز اُن سے بالکل مختلف ہیں۔ راقم الحروف کا خیال ہے کہ ان کا نام اعظم تھا اور وہ عاجز تخلص کرتے تھے۔ اختتامیہ اشعار ہمارے اس خیال کو تقویت پہنچاتے ہیں۔

مخطوطے کے کل صفحات گیارہ ہیں اور ہر صفحہ ۱۳ سطری ہے۔ کل اشعار کی تعداد ۲۷۰ ہے۔ کاتب کا نام غیاث خط نستعلیق ہے اور سنہ کتابت اس طرح درج ہے ۔

"تمت الکتاب یازدہم درشوال المکرم ۱۱۸۶ھ روز پنج شنبہ در بندر میلاپور در پاس اوّل باتمام رسید۔"

عیسوی سن کے اعتبار سے یہ مخطوطہ جمعرات ۱۱ رشوال ۱۱۸۶ھ یعنی ۱۵ دسمبر ۱۷۷۲ عیسوی میں بندرگاہ میلاپور میں غیاث نامی کاتب نے نقل کیا۔

وجود نامہ / مخطوطہ (نمبر ۳۱) | ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور نے اس نظم کا نام[1] "روح اور تن کا مکالمہ" بتایا ہے۔ پروفیسر عبدالقادر سرفراز نے اس نظم کو "وجود نامہ" قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر زور کا خیال زیادہ درست ہے۔ البتہ یہ یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ یہ نظم شیخ محمود خوش دہاں ہی کی ہے۔ شیخ محمود خوش دہاں[2] کی ایک نظم اور رسالہ بنام "واجب الوجود" بھی ملتا ہے۔ دراصل اس نظم میں

[2] کی فارسی تصنیف معرفت السلوک سے مطابقت ہوتی ہے اس کے علاوہ شیخ محمود

---

[1] تذکرۂ مخطوطات ادارۂ ادبیاتِ اردو جلد سوم صفحہ ۲۸۳

[2] فن معاجم ـــ ۲۰۰ ۔ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسی کوئی اندرونی شہادت نہیں ہے. جس کی بنا پر ہم اس نظم کو شیخ محمود خوش دہاں کی تسلیم کریں. لیکن ڈاکٹر سیدہ جعفر صاحبہ نے شیخ محمود نامی شاعر کی کئی چھوٹی چھوٹی نظموں کا تعارف "سکھ انجن" میں پیش کیا ہے[1] ان کا خیال ہے یہ نظمیں شیخ محمود خوش دہاں ہی کی ہو سکتی ہیں. کیوں کہ ان نظموں کے موضوعات میں یکسانیت پائی جاتی ہے. موصوفہ نے روح اور تن کے مکالمے کو بھی شیخ محمود خوش دہاں کی نظموں میں غیر یقینی طور پر شمار کیا ہے. ملاحظہ کے لئے مکمل نظم پیش کی جارہی ہے.

سوال

اسی حکم تے پاک پروردگار	۱	وجود سہو رجیوں کوں ملا ایک ٹھار
کہ بھیجیا تھا دنیا میں تیری برات	۲	بولانے کا وعدہ کیا اس سنگات
لکھیا تھا جو قسمت میں اوسکے جیتے	۳	دیکھیا کھول باقی رہیا نیں رتے
اوہی ساتانکوں جو بھیجیا طلب	۴	دونو میانے بچھڑا پڑیا تھا قلب
یکسکوں ملاتا ہے یک مانگ میں	۵	یکسکوں ملاتا ہے بس خاک میں
وجود سہو رجیو میں لگی گفتگو	۶	خوبی کان دہر کر سنو یار ہو
وجود نے کہا یونکہ سن اے جیا	۷	یتی دین (دن) ملکر توں منج میں رہیا
کیا زندگانی توں منجہ سات رل	۸	منجے چھوڑ تنہا نجا ٹیک تل
ہمارے تمہارے میں اتنا سلوک	۹	دونو مل کو پھرتے تھے ملکی ملوک
محبت مروّت سیت جور کر	۱۰	نکو جارے تنہا منجے چھوڑ کر
ہمیں دونو چلتے تھے ایکچ طریق	۱۱	درد سہو دکھ میں اسئے یو رفیق
تیرے سنگ سوں سب لے تھے سکی دکھی	۱۲	بیغرض تیری او منجے کیا لگی

---

[1] سکھ انجن از شاہ ابوالحسن قادری. مرتبہ ڈاکٹر سیدہ جعفر صفحہ ۴۱-۴۲

© rasailojaraid.com

متاع تو دیا کچھ ملا کر رکھے ۱۳ دونو میانے یک کوں لجا نا سکے

چلیا جیو منجہ سوں تو یوں روٹھ کر ۱۴ اسے سات لیونگی لوٹ کر

بہی تجہ بن جو منجکوں سو عزت نتھی ۱۵ گھری (گھڑی) ایک (ایک) تجہ بات لذت نتھی

جو کوئی آ کو دیکھے سو کہتے ہیں یوں ۱۶ بتا وقت اس کوں رکھے ہیں سو کیوں؟

اچھا میں ہمیشہ تیری بات میں ۱۷ جتا حکم تھا سب تیرے ہات میں

ترے حکم سوں میں یو خارج نتھا ۱۸ اتا توں تو جانا منجے کیا کتا

(جواب)

دیا جواب جیونے کہ سن اے جیا ۱۹ تیں دن جو ملکر تو منجیں رہیا

اصل میں تو سوہوں میں خدا کا امر ۲۰ رہوں گا تو جب لگ جو تیری عمر

کیا تھا الٰہی جو تیری دنبال ۲۱ کیا تھا جو منجکوں توں اسکوں سنبھال

ترے سات تھا میں سو اور رات دن ۲۲ میرے ہر مشقت پڑے رہتی سنگن[1]

تیری قد و قامت کے رنگ سور شکل ۲۳ کہ دنیا میں ظاہر اہے یو نقل

تجے میں چرایا (چڑھایا) تھا اونچے صدر ۲۴ نہیں کوئی سمجھیا توں میری قدر

ترے سوں تو میں کچھ بنایا اتھا ۲۵ دیکھیا سوں ترے سات میں یہی جفا

میں محنت مشقت سوں کاڑا کیا ۲۶ تری قوت کا سب یو چارا کیا

اتا بس ہے منج کوں تیرا ننگ یو ۲۷ تیرے سنگ سوں میں چلیا ڈنگ ہو

ترے سات منجہ پر یو قصہ گھریا (گھڑیا) ۲۸ اخر جواب دینا سو مشکل پڑیا

کہے شیخ محمود سن اے اصیل

قیامت میں پوچھیگا دونوں کوں میل[2]

۲۹

---

[1] پیچھے ۔ [2] بل ۔

اس نظم کو بھی غیاث نامی کاتب نے ۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۶ء میں بندرگاہ میلاپور (مدراس) میں نقل کیا ہے۔

علی نامہ از آدم منصور
گولکنڈوی مخطوطہ نمبر ۱۴۴

قدیم اردو میں کئی علی نامے موجود ہیں۔ نصرتی کے علی نامے کو خاص شہرت حاصل ہے۔ زیر نظر "علی نامہ" حالاں کہ کسی فارسی قصے کا ماحصل ہے لیکن چند باتوں کی بنا پر ہماری خاص توجہ کا حامل ہے۔ قدیم اردو کی تاریخوں کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ابوالحسن قطب شاہ کے عہد میں (۱۰۸۳ھ تا ۱۰۹۸ھ مطابق ۱۶۷۲ء تا ۱۶۸۷ء) فائز، نوری، لطیف، شاہی، مرزا، غلام علی وغیرہ جیسے باکمال شاعر موجود تھے۔ افسوس ہے کہ تمام تذکرے اور تاریخیں آدم منصور کے ذکر سے خالی ہیں۔ راقم الحروف کی تحقیق کے بموجب آدم منصور کا نام اس فہرست میں شامل کرنا ضروری ہے یہ اور بات ہے کہ ہمیں آدم منصور کے حالاتِ زندگی کا پوری طرح علم نہیں ہے لیکن "علی نامہ" کے اختتامیہ اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ قطب شاہی سلطنت کا آخری تاجدار ابوالحسن تاناشاہ آدم منصور کا بڑا قدردان تھا۔ اس نے آدم کو منصور کے لقب سے نوازا تھا۔ آدم اپنے متعلق انکساری سے کام لیتے ہوئے کہتا ہے کہ نہ وہ شاعر ہے اور نہ ہی شاعری اس کا شعار ہے۔ البتہ یہ مثنوی اس کے اثنا عشری ہونے کی بین دلیل ہے۔

نہ شاعر ہوں میں ہور نا شاعری — نہ منعم ہوں میں ہور نا سامری
اپن طبع کے جھاڑ کے خیال کوں — بہر حال لایا ہوں میں بار کوں

یہ علی نامہ ۳۵۰ ابیات پر مشتمل ہے اور اس کو دیکھ کر آدم منصور کی قادرالکلامی کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ واضح امر ہے کہ آدم نے ایک فارسی قصے کو دکھنی جامہ پہنایا ہے لیکن اس نے اپنی فنکاری سے قدیم اردو کی اس نظم کو کافی موثر بنا دیا ہے۔ آج سے تین سو سال قبل آدم منصور کی یہ کوشش لائق تحسین و آفرین ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس مثنوی کی زبان صاف شستہ اور سلیس ہے۔ افسوس ہے کہ ہماری رسائی اصل قصہ تک نہ ہو پائی۔ ورنہ دونوں کا مقابلہ پیش کیا جا سکتا تھا۔ تب بھی ادبی نقطۂ نظر سے یہ مثنوی اہم مقام رکھتی ہے۔ اس علی نامہ کو جنگ نامہ علی یا جنّی رعد بھی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بقول پروفیسر عبدالقادر سرفراز ؎

THE MASANAVI DEALS WITH ALIS COMBATS WITH THE JINNE DWELLING AT THE BOTTOM OF THE WELL CALLED بیر العلم IN ARABIA

(DESCRIPTION CATALOUGE OF ARABIC PERSION AND URDU BY S.A. KADIR SARFARAZ B.U.P (17)

علی نامہ کی ابتدا روایتی انداز میں حمد باری تعالیٰ سے ہوتی ہے:-

اول میں کروں بسم اللہ کا بیاں ۱ کیا ہے الٰہی یاں سب عیاں
کہ رحمان روزے دہندہ ہے آپ ۲ جہانگ ہے ہندو مسلمان سب
رحیم او جو بخشندہ آخر کا سب ۳ جہانگ ہے مومن مسلمان سب
جو کھولوں زباں میں بنام خدا ۴ محمدؐ علیؓ سو امیر الہدا
وہی دستگیر سو وہی رہنما ۵ وہی بادشاہ ہے زمین و زماں
گدائے گر منگتا ہے پانے نجات ۶ بغیر از علی کا صفت کر نہ بات

اس کے بعد نعتیہ اشعار ہیں اور پھر مثنوی کے اصل ماخذ کی طرف ان اشعار میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اتھا اصل میں نظم یو فارسی ۷ سو کھولے اس کے معنی کیا آرسی
سو یو اصل جھگڑا ہے بیر العلم ۸ جو روشن کیا جگ جنہیں شہ کا علم
کتا ہوں او جھگڑا اتا کھول کر ۹ سنو خوب سمجھو تمیں کان دھر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت علی کی شجاعت کی یہ داستان یوں شروع ہوتی ہے کہ ہے ایک مرتبہ حضور صلعم لشکر باصفا کے ہمراہ ایسے جنگل میں جا پہنچے جہاں پانی نہیں تھا۔ رسول اکرم نے ساقی کوثر حضرت علی مرتضیٰ کو حکم دیا کہ دلدل پر سوار ہو کر پانی کی تلاش میں جائیں۔ حضرت علی رضؓ نے حکم کی فوراً تعمیل کی۔ کچھ دور جانے پر انھیں ایک "تل" (میداں) نظر آیا، جہاں پر ایک کافر بت پرستی میں مشغول تھا۔ حضرت علیؓ نے جب یہ ماجرا دیکھا تو انھیں غصہ آگیا۔ انھوں نے اس ڈیڑھ سو سالہ بوڑھے کو دعوتِ حق دی۔ بوڑھے نے فوراً ایک شرط رکھی کہ اگر اس کی ہمسایہ بڑھیا دعوتِ حق قبول کرتی ہے تو وہ فوراً اسلام قبول کرلے گا۔ حضرت اس بڑھیا کو نبی کریم کے پاس لے گئے، حضور پرنور بڑھیا سے مخاطب ہوئے۔ بڑھیا نے بھی قبول اسلام کے لیے یہ شرط لگادی کہ اس کی رہائش گاہ کے قریب ایک خوفناک جنگل ہے جس میں ایک بڑا سا کنواں ہے۔ یہ جنگل شیروں اور اژدہوں سے پٹا پڑا ہے۔ جو کوئی اس جنگل میں جاتا ہے وہ لوٹ کر نہیں آتا۔ لہٰذا جو بھی اس جنگل سے فتحیاب ہو کر آئیگا وہ فوراً اسلام قبول کرلے گی۔ اب آدم کی زبانی داستان سنیے:-

چلے ایک جنگل منے باصفا ۱۰ لے سنگات لشکر کے تئیں مصطفا

قضارا نبی آرہے اُس مقام ۱۱ نہ تھا نیر کیں اس جنگل میں تمام

رہے ڈھنڈ ڈھنڈ[1] کر نشیاں ہیں ۱۲ دیکھے اس جنگل میں تو پانی نہیں

تو ساقی کوثر ہے روز جبلی ۱۳ محمد کہے یوں علی کوں ولی

جو پیدا کرو نیر کوں تم یہاں ۱۴ چڑھو[2] دلدل اُپر دہند جان تہاں

. . . .

کتک کر (۹) نظر تل پر پڑی[3] ناگہاں ہو خوش حال علی نیر کو آئے وہاں

---

[1] ڈھونڈ ڈھونڈ [2] چڑھو [3] گھوم کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو آدیکھتے ہیں تو اس ہٹا پر تھے خالی گھراں ہو رہتے کوئی بشر
تفکر سیتی پھر کو سب دیکھیے سو یک پیر مرد وہاں پائیے
دلے او اتقا کا فربت پرست ۱۵ لے بت کو پرستا اتفابت پرست

. . . .

سنیا سو بڈھا ادتقا بول کر ۱۶ سو اپنا قصہ سب کہا کھول کر
کیا کہوں قصہ اپن حال کا ۱۷ بڈھا ہوں میں یکسو پچاس سال کا
منجے ٹیک عورت ہے ہمسایہ گی ۱۸ اوسے سب خبر ہے تمن دین کی
گرا و آئیں گی دیں میں مصطفا ۱۹ اوسی وقت پہ میں مسلماں ہوا

. . . .

اس عورت کے تئیں مصطفٰے او کہے ۲۰ لیوے دیں سو اد جنت میں رہے
کہی سچ مسلماں ہونے سکی ۲۱ ولے ٹیک حاجت سوں میں ہوں دکھی
اس جنگل منے بابیں یک ٹھار ہے ۲۲ سو وان شیر اور اژدہا مار ہے
اس جنگل منے کوئی جاتا نہیں ۲۳ گیا تو او ہی پر کو آتا نہیں
اگر جا کر اس بان میں سوں جکوئی ۲۴ لگائے تیر تو میں مسلماں ہوئی

عورت کا تفصیلی بیان سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے مبارک اصحاب کی طرف پھیرا اور گویا ہوئے۔ اس وقت تم سے کون جواں ہمتی کی داد طلب کرنا پسند کرے گا؟ مالک اشترؓ نے شجاعت کے اس پیغام کو لبیک کہا۔ اور اجازت چاہی۔ وہ اس جنگل کی طرف بڑھے جس میں ہر طرف شور و غوغا رہتا تھا۔ دراصل یہ جنگل رعد جنی کی مملکت تھا۔ وہ قوم جنات کا سردار تھا

---

[1] گھوم کر [2] بڈھا [3] کنواں [4] جنگل۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اورلات وعزیٰ کی یہ پرستش کرتا تھا۔ اس وقت تک قوم جنات مشرف بہ اسلام نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا جنوں کے باعث انسانوں کو بے پناہ تکلیف تھی رعدجنی کے پاس بڑے نامی گرامی پہلوان شیرافگن سپاہی اور نامور ساحر موجود تھے۔ رعدجنی خود بھی آزمودہ کار صف شکن اور مشہور جادوگر تھا۔ صحابہ کرام اور دیگر افراد جب قوم جنات پر قابو نہ پا سکے تو حضور پر نور نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو رعدجنی کے مقابلے میں بھیجا۔ ایک طرف نو لاکھ جنات کی فوج تھی اور دوسری طرف تن تنہا حضرت علی اور ان کی ذوالفقار۔ حضرت علی نے اسم اعظم کے ذریعے رعدجنی کے سحر کو باطل کردیا اور ذوالفقار کے ذریعہ آدھی قوم جنات تہ تیغ کردی۔ حتیٰ کہ رعدجنی کا اکلوتا پہلوان بیٹا "راحیل" حلقہ بگوشِ اسلام ہوگیا۔ بالآخر خود رعدجنی میدانِ جنگ میں اتر آیا لیکن علی مرتضیٰ کے سامنے اُس کی ایک نہ چل سکی۔ وہ مارا گیا اور بقیہ قومِ جنات نے اسلام قبول کرلیا۔

سوبے بات سن کر نبی مصطفا ۲۵ پھر رونخ اصحاب کے ادھر صفا
کہے کون ایسا جواں بجنت ہے ۲۶ شجاعت دیکھانا سو یے وقت ہے

. . . .

ترنگ پر تے مالک جو اترے نلار ۲۷ اٹھا غلغلہ بابی میں یک بار
جو آواز آیا یوں اس غار سوں ۲۸ لیکے نہاٹے جاؤ تم اسطار سوں
کیہے مالک اشتر سو یارا انکے تئیں ۲۹ کہ کوئی جو اس میں اترائے دئیں
جو لائے گا تجز کوئی اس بابی کا ۳۰ سجا پوت اچھے گا دوئی مایں کا

سلہ ہٹ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سو جو ہے حکم رب کا علی کے اُپر ۳۱ کرو جا کو جتا کو سارے کنر

. . . .

علی کا قدم بایں میں جیوں پڑیا ۳۲ سو اوس بایں ہیں اوچالا پڑیا

. . . .

اتھا فرزند رعد کو سنہجوان ۳۳ سو تھا صورت خوب ہو مہرباں
کہ تھا او پری زادہ ہور حیل نام ۳۴ اتھا اُس منے سیرت تمام
بُلا رعد دیا اپنے فرزند کوں ۳۵ مری جان ہور مان[1] دلبند توں
اگر سچ تو فرزند میرا اہے ۳۶ کمر باند توں شہر تیرا اہے

. . . .

راحیل جب بغرضِ جنگ حیدرِ کرار کے سامنے پہنچا تو انھیں اس کی خوبصورتی پر ترس آیا اور انھوں نے سوال کیا۔
کیوں آیا تو اس ٹھار[2] منے بے زیاں ۳۷ نکئیں بات ہے نکئیں زوہاں

راحیل نے جواب دیا ؂
رعد باپ میرا پری مائی[3] ہے ۳۸ سو پریاں کے راجا کی اوجائی[4] ہے
میرا نام سو حیل جنگی اہے ۳۹ مرے ہات شمشیر ننگی اہے
راحیل حیدرِ کرار کے حملے کی تاب نہیں لا سکا اور حضرت کی دعوتِ اسلام صدقِ دل سے قبول کر لیتا ہے ؂
کیا یوں کہ اے شاہ بخشیو منجے ۴۰ کہے کہ جو کلیمہ جو بخشوں تجے
بگی ہو مسلماں جو ہر دو جہاں ۴۱ ہوئے سرخ اچھے شادماں

---

[1] عزت [2] جگہ [3] ماں

© rasailojaraid.com